

پہلے شعر کی طرح اس میں بھی سابقہ و موجودہ حالت کا مقابلہ کیا گیا ہے۔
 ۷۔ تشریح :۔ رات میں نے غالب کو سمجھا بجھا کر اشکباری سے روک دیا، ورنہ وہ اتنا روتا، اتنا روتا اور رو کر ایسا سیلاب برپا کر دیتا کہ یہ آسمان بھی اُس پر جھاگ بن کر رہ جاتا۔



ایک ایک قطرے کا مجھے دینا پڑا حساب
 خونِ جگر، ودیعتِ مژگانِ یار تھا
 اب میں ہوں اور ماتم یکِ شہرِ آرزو
 توڑا جو تو نے آئینہ تمثالِ دار تھا
 گلیوں میں میری نعش کو کھینچے پھر و کہ میں
 جاں دادہ ہوائے سرِ رہ گزار تھا
 موجِ سرابِ دشتِ وفا کا نہ پوچھ حال
 ہر ذرہ مثلِ جوہرِ تنیخِ آبِ دار تھا
 کم جانتے تھے ہم بھی غمِ عشق کو پر اب
 دیکھا تو کم ہوئے پہ غمِ روزگار تھا

۱۔ لغات۔ ودیعت : امانت

تشریح : خواجہ حالی اس کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں : آنکھوں سے اس قدر خون جاری رہتا ہے، گویا جسم میں جتنا خون تھا، وہ مژگانِ یار کی امانت تھا، اس لیے اس کے ایک ایک قطرے کا حساب اُسی طرح دینا پڑے گا جس طرح امانت کا حساب دینا پڑتا ہے۔

بظاہر شعر کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ عاشق رونا ضبط نہ کر سکا اور اتنے آنسو بہائے کہ جگر کا سارا خون ختم ہو گیا۔ اب وہ اس غم و رنج میں مبتلا ہے کہ جگر کا خون تو محبوب کی پلکوں کی امانت تھا اور امانت میں خیانت ہونی ہی نہ چاہیے تھی۔ اب ایک ایک قطرے کا مجھ سے حساب لیا جا رہا ہے اور مجبور ہوں کہ حساب دوں۔ گویا عاشق ضبط میں ناکام رہا اور مصیبت یہ پیش آئی کہ اس بے ضبطی میں محبوب